محدثِ قرطبہ بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ

جناب طیب شاہین صاحب

(۲)

اعتقادی نظریات امام بقی بن مخلدؒ کے اعتقادی نظریات بھی وہی تھے جو دیگر فقہائے حدیث کے تھے۔ مشرق کے برعکس اگرچہ اندلس میں ان دنوں اعتقادی مناقشات بہت کم تھے۔ تاہم بلادِ مشرق میں قیام کے دوران انہوں نے دوسرے اعتقادی فرقوں کی آراء کا ضرور مطالعہ کیا ہوگا اور انہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ جبریہ، قدریہ، جہمیہ، مرجیئہ، معتزلہ اور مشبّہ وغیرہ کی آراء کے جھاڑ جھنکار میں صرف اہلِ سنت اور سلفِ صحابہ و تابعین کی راہ جو سراسر "تفویض" کی راہ ہے مامون و مصئون ہے۔ اس لیے وہ جمہور فقہاء و محدثین کے جادۂ اعتقاد پر گامزن رہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق ان کے اسی مسلکِ اعتقاد پر دلالت کرتا ہے۔

امام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی نظریات کے سلسلے میں ہم ایک بات کا تذکرہ بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ پروفیسر ابوزہرہ مرحوم کی رائے ہے کہ اندلس میں ظاہری مذہب امام بقی بن مخلد کے ذریعے داخل ہوا۔ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے اپنی اس رائے کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی ہے کہ چونکہ امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام بقی بن مخلدؒ دونوں ہم عصر تھے۔ اس لیے امام بقیؒ کو امام داؤدؒ سے تلمذ کا تعلق رہا ہوگا، لہٰذا وہ فقہ ظاہری کو اندلس میں منتقل کرنے کا باعث بنے۔ ہم بھی یہ رائے رکھتے ہیں کہ امام بقی بن مخلدؒ نے اندلس میں وہ تمام بنیادی مواد فراہم کردیا تھا جس کے بغیر فقہ ظاہری کی عمارت تعمیر نہیں ہوسکتی اور وہ ہے نصوص کی فراوانی۔ لیکن ہمارا

خیال ہے کہ بقی بن مخلدؒ کو امام داؤد ظاہری سے تلمذ کا رشتہ ہرگز نہیں رہا۔ اس کے لیے ہمارے پاس مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

اولے:۔ ہماری معلومات کی حد تک جناب امام بقی بن مخلدؒ کے کسی سوانح نگار نے بقی بن مخلد اور امام داؤد ظاہری کے اس تعلق کا تذکرہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تعلق ایک ایسا امر ہے جس کا تذکرہ بہت ضروری تھا۔

ثانی:۔ جناب داؤد ظاہریؒ امام بقی بن مخلدؒ سے عمر میں قدرے چھوٹے ہی تھے۔ امام بقیؒ کے طلب علم کے زمانے میں داؤد ظاہری بھی طالب علم ہوں گے۔ نیز یہ ممکن نہیں کہ امام بقی بڑے بڑے جلیل القدر اساتذہ کو چھوڑ کر امام داؤد ظاہری جیسے نو عمر عالم کی طرف متوجہ ہوئے ہوں اور وہ بھی ان حالات میں جب کہ اکثر اصحاب الحدیث جناب داؤد ظاہری سے اجتناب کرتے تھے۔

ثالث:۔ امام داؤد ظاہریؒ کے متعلق علامہ ابوبکر خطیب بغدادیؒ "تاریخ بغداد" میں رقمطراز ہیں۔ "فی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جدا" "امام داؤد ظاہری کی کتابوں میں اگرچہ حدیث بہت زیادہ تھی مگر بہت ہی کم لوگوں نے اُن سے حدیث روایت کی ہے۔"[1]

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد ظاہری خلقِ قرآن کے عقیدے کے حامل تھے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کی وجہ سے مامون، معتصم اور واثق کے عہد میں اصحابِ حدیث پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اور خاص طور پر امام اہلِ سنت جناب احمد بن حنبلؒ کو مبتلائے آزمائش کیا گیا۔

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے داؤد ظاہری سے محض اس وجہ سے ملاقات تک گوارا نہ کی کہ وہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے[2] اور اس عقیدے کی وجہ سے امام احمدؒ اُن کو بدعتی سمجھتے تھے۔[3] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام داؤد بن علی ظاہری رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تاریخ بغداد علامہ خطیب بغدادیؒ طبع بیروت جلد ۸ ص ۳۷۰

[2] تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۲ ص ۵۷۲۔ تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۴

[3] تاریخ بغداد جلد ۸، ص ۳۷۳

دین و ورع اور علم و تقویٰ کے بہت بلند مقام پر فائز تھے مگر اس کا کیا کیجیے کہ فقہاء و محدثین ان سے بدکتے تھے۔ بہت سے علماء اُن کو کافر تک کہنے سے گریز نہ کرتے تھے[1] اصبہان سے بغداد منتقل ہوئے تو اصبہان سے علماء نے کہلا بھیجا کہ داؤد "خلقِ قرآن کے قائل ہیں"[2]۔ امام بقی بن مخلد جو اپنے عالی مقام استاد کے رنگ میں رنگ گئے تھے کس طرح یہ برداشت کر سکتے تھے کہ وہ کسی ایسے شخص کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں جو ایسے عقیدے کا حامل تھا جس کی وجہ سے علمائے اہلِ سنت و حدیث مصائب و ابتلاء سے دوچار ہوئے۔

رابع:- ہمارے خیال میں امام بقی بن مخلدؒ کے پاس علمِ حدیث امام داؤد ظاہریؒ سے زیادہ تھا اس میدان میں امام بقی کے طبقے میں بہت کم علماء ایسے ہیں جن کے متعلق بقیؒ کے ہم پلہ ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام بقی بن مخلدؒ نے اندلس میں ظاہریت کے لیے زمین ہموار کی۔ مگر اس کی وجہ نہ تو یہ ہے کہ امام بقی قیاس کا انکار کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بقیؒ داؤد ظاہری کے شاگرد رہ چکے تھے اور اُن سے متاثر تھے۔ ہماری نظر میں اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ امام بقیؒ حریت فکر اور فقہ اثری کے نقیب تھے اور احکام کے استنباط کو کسی خاص فقہی دائرے میں محدود کرنے کے قائل نہ تھے۔ وہ فقہ کو انہی ماخذ سے اخذ کرتے تھے جہاں سے سلف نے اخذ کی تھی اور انہوں نے اندلس میں اسی مسلک کی آبیاری کی۔ یہ حریت فکر ایک ایسی خصوصیت ہے جو فقہِ حدیث و اثر اور فقہ ظاہری میں مشترک ہے۔

اندلس میں فقہ اثری کی ترویج اور فقہاء کی مخالفت

امام بقی بن مخلدؒ جب وطن واپس لوٹے تو اُن کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ تھا۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ اور صحابہؓ، فقہائے تابعین اور دیگر علماء کے فتاویٰ کا بڑا ذخیرہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اندلس میں ایک جدید فقہ کی تخم ریزی کی اور وہ تھی فقہ اثری۔ گویا بقی بن مخلدؒ

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۳

[2] تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۴

فقہ اثری کی ترویج کے لیے بلادِ مشرق سے مکمل مواد ساتھ لائے تھے۔ اہل اندلس کے لیے یہ ایک بالکل نئی اور انوکھی چیز تھی۔ جو احادیث امام بقی بن مخلدؒ بیان کرتے تھے ان میں سے اکثر ایسی تھیں جو اہل اندلس کے لیے بالکل نئی تھیں۔ تابعین اور دیگر فقہا کے فتاویٰ جو بقیؒ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اندلس کے وہ علما ان سے ناواقف تھے جو اب تک صرف امام مالک اور فقہائے مدینہ کے اقوال پر فتویٰ دے رہے تھے۔ اس لیے جب امام بقی بن مخلدؒ نے قرطبہ میں حدیث کی تدریس و تعلیم شروع کی اور دیگر علما کی فقہی آرا بیان کیں تو قرطبہ کے علما ان کی مخالفت پہ اتر آئے۔

استقرارِ مذاہب سے پہلے لوگ اپنے اپنے شہر کے اہلِ علم کے فتویٰ پر عمل کر لیا کرتے تھے۔ دیگر بلادِ اسلام کی طرح اندلس میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ پھر رفتہ رفتہ امامِ شام جناب عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی کے فقہی نظریات نے اثر و نفوذ کیا۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر تک اندلسی اہلِ علم امام اوزاعی سے متاثر رہے۔ آخر ہشام بن عبدالرحمٰن کے زمانے میں زیاد بن عبدالرحمٰن اندلسی، سبطون بن عبداللہ اندلسیؒ، حفص بن عبدالسلام اندلسیؒ، فرعوس بن عباس اندلسیؒ، حسان بن عبدالسلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیبؒ، المغازی بن قیس اندلسیؒ، سعید بن الحکم اندلسیؒ، سعید بن ابی ہند اندلسیؒ، سعید بن عبدوس اندلسیؒ، عباس بن ناصحؒ اندلسی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ الشبونی اندلسیؒ اور دیگر بے شمار علما کے توسط سے مؤطا امام مالک اور فقہ مالک اندلس میں داخل ہوئی۔[1] پھر علم کے بے شمار شیدا انھوں نے امام دارالہجرت سے جا کر علم حاصل کیا۔ اور دوسری صدی کے اختتام تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت، ان کی مقبولیت اور ان کے فقہی نظریات اندلس میں پھیل گئے۔ پھر ابو عبداللہ زیاد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ شبطون (المتوفی ۱۹۳ھ) یحییٰ بن یحییٰ (المتوفی ۲۳۴ھ)، عبدالملک بن حبیب (المتوفی ۲۳۸ھ) اور محمد بن احمد بن عبدالعزیز قرطبی (المتوفی ۲۵۵ھ) کے ذریعہ فقہ امام مالکؒ کو اندلس میں استقرار ہوا۔ اموی امرا نے اندلس میں فقہ امام مالک کی سرپرستی کی اور فقہ مالک کے حاملین کو قضا کے عہدوں پہ فائز کیا۔ یحییٰ بن یحییٰ

---

[1] تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک۔ علامہ سیوطیؒ طبع مصر جلد ۱ ص ۱۱

محدث قرطبہ ---- امام بقی بن مخلدؒ جب حصولِ علم کی خاطر بلادِ مشرق میں آئے تو اس وقت مدیث تدوین کے مراحل طے کر چکی تھی۔ محدثین نے تمام بلادِ اسلام کی احادیث کے طرق کی جانچ پڑتال کے بعد ان کو منقح کر کے صحیح اور متفق علیہ احادیث کو ضعیف اور ناقابلِ عمل احادیث سے علیحدہ کر کے جمع کر لیا تھا۔ اصولی طور پر اب کسی شہر کے کسی عالم کے لیے کوئی عذر نہ تھا کہ وہ اپنے خود ساختہ اور غیر متفق علیہ اصولوں کے مقابلے میں احادیثِ صحیحہ کو رد کرے۔ امام بقی بن مخلدؒ جو اندلس میں اب تک موطا اور امام مالک کی فقہی آراء کا مطالعہ کر کے آئے تھے۔ اندلس میں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے علامہ عبدالمالک بن حبیبؒ کی "الواضحۃ" اور علامہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز کی آراء کا بھی مطالعہ کیا ہو۔ انہوں نے اب تک یہی دیکھا تھا کہ علماء اور عوام امام مالکؒ کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ علماء ان کے اقوال پر مسائل کی تخریج کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے امام شافعیؒ کی طرح اندلس یا بلادِ مشرق میں شدید غلو کے یہ مظاہر سے بھی دیکھے ہوں گے کہ لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کے طفیل بارش کی دعا کرتے ہیں[1]۔ اس قسم کے غلو سے ان کا دل ضرور کڑھتا ہو گا۔ جب انہوں نے بلادِ مشرق میں مختلف علماء سے حدیث کی سماعت کی ہو گی کہ جب اُن پر غور و تدبر کیا ہو گا تو انہیں یہ حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی کہ حق صرف ایک شہر کے علماء کے اقوال میں محصور نہیں ہے۔ اور نہ سنتِ نبوی صرف کسی ایک شہر کی مروی احادیث سے اخذ کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کسی ایک شہر میں محصور ہو کر نہ رہ گئے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے امام بقی بن مخلد کے نظریات کی اس منہاج کو بالکل نکھار دیا تھا۔ جب وہ قرطبہ آئے تو علماء کے ساتھ جو امام مالکؒ کے اقوال سے باہر نہ نکلتے تھے۔ علمی منافشات و مجادلات کا شروع ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ان علماء کے تقلیدی اور جامد ذہن کا یہ حال تھا کہ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن یحییٰ سوائے چار مسئلوں کے باقی تمام مسائل میں کامل طور پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کی اتباع کرتے

(باقی بر صفحہ ۴۶)

[1] "ابن حزم" پروفیسر ابوزہرہ مرحوم۔ آردو ترجمہ ص ۶۸

منیر رپورٹ سے منیر رپورٹ تک

جناب نعیم صدیقی صاحب

(۲)

ایک اور کلمۂ مدح

منیر رپورٹ کے ایک اور مداح کا کلمۂ ستائش بڑا دلچسپ ہے۔ جسٹس منیر نے اپنے نشۂ نرگسیت میں اسے بھی جوں کا توں نقل کر دیا ہے وہ کوئی صحافی ہے جس نے جسٹس رپورٹ کی تحسین یوں کی ہے کہ آج تک دو ہی کتابیں میرے مطالعہ میں ایسی آئیں جنہیں شروع سے آخر تک پڑھے بغیر چھوڑنا گوارا نہ ہوا۔ پہلی تھی "لیڈی چیٹرلے کا عاشق" (Lady Chatterley's Lover) اور دوسری منیر رپورٹ (ص ۴۳) داد دیجیے صحافی کی مہارت بیان کو کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس نے دونوں کتابوں کو مساویانہ اہمیت دے کر مدح کی ہے یا ذم۔ اسی لیے جسٹس صاحب بھی کہہ اٹھے کہ "کیا ہی تقابل ہے؟" (What a comparison) اس شخص نے رپورٹ کی تعریف صرف اس لحاظ سے کی ہے کہ وہ اتنی دلچسپ تھی کہ تسلسل توڑے بغیر اسے پڑھا۔ یہ تعریف لیڈی چیٹرلے والے ناول[1] ہی کی نہیں۔ کسی جاسوسی کہانی، کسی کوک شاستر، کسی کتاب لطائف

[1] "لیڈی چیٹرلے" میں اس کے "عاشق" کے جنسی کرتوتوں کو نکال دیا جائے تو پھر اسے کون خریدے اور پڑھے۔ ہمارے ہاں محبت ایک پاک صاف باطنی جذبے کا نام ہے مگر انگریزی میں جو چیز Love کہلاتی ہے اس کا زیادہ تر مفہوم جسموں کی حرکات پر ہوتا ہے یعنی وہاں کے سیکولر حیوانِ ناطق کا عاشق "نطق" سے آغاز کرتا ہے، "نقل" (کھانے پینے) کو ذریعہ قرب بناتا ہے تھوڑی سی نقل و حرکت (اکٹھے ویک اینڈ گذارنے کے لیے کسی ساحلی مقام کا رخ کرنا) سے گرما گرمی پیدا کرتا ہے پھر زیادہ دیر نہیں گذرتی کہ حیوانیت کا پورا ڈرامہ اوپن ائر اسٹیج پر (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)